© rasailojaraid.com

نمبر : ۲۸
شمارہ نمبر: ۹

ستمبر ۱۹۹۵ء

صفحہ نمبر

۱۔ اداریہ
اصلاح معاشرہ میں والدین کا کردار ۳
۲۔ ایک ہاتھ دے ایک ہاتھ لے ۹
۳۔ حقائق سے چشم پوشی ... کیوں؟ ۱۴
۴۔ حضرت محمد ﷺ مجسم اخلاق ۲۲
۵۔ مقام سنت ۲۷
۶۔ باب الفتاوی ۳۱

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

اصلاح معاشرہ میں والدین کا کردار!

"رب اجعلنی مقیم الصلوۃ ومن ذریتی ربنا و تقبل دعا ربنا اغفرلی ولوالدی وللمومنین یوم یقوم الحساب"

(ابراہیم ۳۹-۴۰)

معاشرہ افراد ہی سے تشکیل پاتا ہے اور اگر فرد کی صحیح تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا گیا۔ توان افراد سے ایک صحت مند پاکیزہ اور مثالی معاشرہ قائم ہو سکتا ہے سوال یہ ہے کہ یہ فرد جس سے معاشرہ تشکیل پاتا ہے اس کی اصلاح کیسے کی جائے؟ یہ بات ہم سب کے سامنے نئی نہیں ہے کہ ہم سب انسانی زندگی کے مختلف مراحل طے کرتے ہوئے پورے معاشرے میں اپنا اپنا کردار ادا کرتے ہیں آج کے بچے کل جوان اور جوان بزرگوں کی صفوں میں شامل ہوں گے ان میں وہ بھی ہیں جن کی تعلیم و تربیت بہتر انداز اور صحیح خطوط پر ہوئی اور ان میں وہ بھی ہیں جن کو نہ تو تعلیم نصیب ہوئی اور نہ ہی ان کی کردار سازی ہو سکی۔ چونکہ بچوں کی تربیت کی اصل ذمہ داری والدین پر ہے ایک تہذیب یافتہ معاشرے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے تمام افراد انتہائی مہذب ہوں اور ان کی تعلیم و تربیت کا خاطر خواہ اہتمام کیا گیا ہو اور یہ کام ابتداء ہی سے کیا جائے تو نتیجہ خیز ہو سکتا ہے جیسا کہ عمارت کی تعمیر میں خشت اول کو جو اہمیت حاصل ہے وہ کسی اور کو نہیں، کیونکہ پوری عمارت کا دارومدار اس پہلی اینٹ پر ہے یہی بنیادی اور مرکزی کردار ادا کرتی ہے اگر یہ صحیح رکھی گئی تو پوری عمارت مضبوط دیرپا اور خوبصورت نظر آئے گی اور اگر یہی اینٹ ٹیڑھی رکھی گئی تو پوری عمارت بے ڈھنگی بدصورت کمزور اور عیب دار ہوگی جیسا کہ شاعر نے بھی کہا ہے۔

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے۔ کہ کسی شخص کو اگر بچپن ہی سے صحیح تعلیم و تربیت میسر آجائے اچھی رہنمائی مل جائے والدین مکمل نگہداشت کریں اور پوری توجہ دیں تو وہ شخص معاشرہ کا اہم حصہ بن سکتا ہے اور زندگی کے اس چمن میں مہکتا ہوا پھول ہوگا اور اگر خدانخواستہ اس کی تربیت نہ ہوئی والدین کی لاپرواہی کا شکار ہوئے تو ایسے بگڑے ہوئے نوجوان معاشرہ کا ناسور ہوں گے۔

امام مالک رحمہ اللہ عنہ کا ایک قول ہے۔

"لا یصلح آخر ھذہ الامة الا ما صلح به اولها"

بات بالکل درست ہے ہم اگر وہی اسلوب اور طریقہ کار اختیار کریں گے۔ جو اسلاف نے اختیار کیے تھے تو اصلاح ممکن ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت عربوں سے زیادہ بگڑا ہوا کوئی معاشرہ دنیا میں نہیں تھا۔ بچیوں کو زندہ درگور کرنا، قتل، چوری، ڈاکے، شراب نوشی، زنا، غرضیکہ کونسا ایسا جرم ہے جو ان میں نہ پایا جاتا ہو، آپ نے حکمت و دانائی اور فراست سے ان کی تربیت فرمائی بہترین اسلوب اختیار کیا، اور ایک وقت ایسا آیا کہ یہی عرب دنیا کے مہذب ترین لوگ شمار ہونے لگے۔ اب بھی اگر ہم معاشرے کی اصلاح چاہتے ہیں تو کتاب و سنت کی تعلیمات، صحابہ کرام کے ان اسلوب زندگی، اسلاف کی زندہ روایات کی روشنی میں چلیں گے تو اصلاح ممکن ہوگی اور تاریخ گواہ ہے کہ جن لوگوں نے بھی یہ راستہ اختیار کیا وہ دنیا میں معتزز اور مہذب کہلوائے اور جنہوں نے نت نئے تجربے کیے اور خود ساختہ طریقے اختیار کیے وہ ذلیل و رسوا ہوئے۔

زیادہ دور نہ جائیں آج سے کوئی پچیس تیس سال پہلے معاشرے پر نظر ڈالیں اور آج کے حالات سے موازنہ کریں تو آپ کو واضح فرق نظر آجائے گا۔ اس وقت کے نوجوانوں میں شرم وحیاء اور ادب و احترام حد درجہ پایا جاتا تھا۔ تمیز سے بات کرنے والے بچوں سے واسطہ پڑتا تھا۔ لیکن آج اس کا عکس نظر آتا ہے آخر کیوں؟

ہمارے نزدیک اس کی سب سے بڑی اور بنیادی وجہ والدین کا بچوں سے لاتعلقی اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عدم توجہی ہے پہلے وقتوں میں بھی والدین کام کاج کیا کرتے تھے محنت مزدوری کر کے بچوں کا پیٹ پالتے تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ بچوں کو پوری توجہ دیتے تھے دن نہ سہی رات کا کھانا لازماً بچوں کے ہمراہ کھاتے۔ کافی وقت ان کے ہمراہ گزارتے۔ اچھی اچھی گفتگو ہوتی۔ اپنے اسلاف اور بزرگوں کے کارہائے نمایاں واقعات کی شکل میں بیان کئے جاتے۔ حضرت امیر حمزہ' حضرت خالد بن ولید' حضرت ابو عبیدہ بن جراح' عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم' صلاح الدین ایوبی' محمد بن قاسم' ٹیپو سلطان ایسے نابغہ روزگار ہستیوں کو بطور ہیرو متعارف کرایا جاتا۔ والدین سچ بولنے' نیکی کرنے ضرورت مندوں کی مدد کرنے' جھوٹ سے نفرت' بزرگوں کا احترام کرنے کی تلقین کیا کرتے تھے پورا گھر اجتماعی زندگی گزارتا تھا جلدی سونے اور سحر خیزی کی عادت ڈالی جاتی تھی جن گھرانوں میں آج بھی یہی طرز زندگی ہے ان کے خوش نصیب بچے بڑے ہی مہذب اور بہترین تربیت سے آراستہ ہوتے ہیں لیکن آج اکثر گھرانوں میں انفرادی زندگی کا تصور پایا جاتا ہے ہر شخص کی اپنی الگ دنیا ہے ٹی وی نے تو اور بھی بعد پیدا کر دیا ہے اکثر بچے زیادہ وقت ٹی وی دیکھنے میں صرف کرتے ہیں اور والدین بھی بچوں سے چھٹکارا حاصل کرنے اور انہیں مشغول کرنے کے لئے ٹی وی کے سامنے بٹھا دیتے ہیں اور خود بڑی بے نیازی سے اپنے دھندوں اور کاموں میں مصروف رہتے ہیں لیکن خود یہ سوچنے کی کبھی تکلیف گوارا نہیں کرتے کہ ان کے بچے ٹی وی پر کیا دیکھ رہے ہیں اور ٹی وی پر چلنے والے پروگرام ان کے بچوں پر کیا اثرات چھوڑ رہے ہیں ان کے اخلاق سنورتے ہیں یا بگڑتے ہیں؟ دکھ اور افسوس کی بات تو یہ ہے کہ والدین بچوں سے پوچھتے بھی نہیں کہ انہوں نے ٹی وی پر کیا دیکھا اگر بچہ اس سے بری عادات لے رہا ہے تو اس کا راستہ روکا جاسکے اور خود اسکی فکری تربیت کریں تاکہ ٹی وی سے اخذ کرنے والے برے اثرات کو زائل کیا جاسکے۔ جیسا کہ ایک مریض جب ڈاکٹر سے علاج لیتا ہے تو ڈاکٹر دوائی کے ساتھ احتیاطاً ایسی دوائی بھی تجویز کرتا ہے جو اسے دوائی کے ری ایکشن سے بچا سکے اور منفی اثرات اس کی صحت کو مزید خراب نہ کریں جیسا کہ ہر زہر کا تریاق ہوتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی طرح ہر بری خصلت اور عادتوں کو ختم کرنے کا بھی طریقہ ہے اس کے لئے مرکزی کردار والدین ہی ادا کرسکتے ہیں اگر والدین روانہ کچھ وقت بچوں کے ساتھ گزاریں ان کی باتوں کو توجہ سے سنیں، ضروریات کا خاص خیال رکھیں، ان کی عادتوں کو نوٹ کریں اور باتوں باتوں میں ان کی عملی تربیت کا اہتمام بھی کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ بچے اچھی عادتوں اور اخلاق حمیدہ سے مزین نہ ہوں۔

بری عادتیں صرف ٹی وی سے ہی نہیں بلکہ وی سی آر، سینمابینی، بری صحبتیں اور غلط سوسائٹی سے بھی جنم لیتی ہیں والدین کی یہ اولین ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں پر کڑی نظر رکھیں۔ دیر سے گھر آنے، وقت کی پابندی نہ کرنے اور ان کے طرز عمل اور انداز گفتگو سے ہی معلوم ہوسکتا ہے کہ بچہ کیسی مجلسوں میں وقت گزارتا ہے لہذا فوراً نوٹس لینے کی ضرورت ہے۔ جبکہ ہماری حالت یہ ہے کہ والدین اگر کچھ وقت بچوں کے ساتھ بیٹھتے بھی ہیں تو اپنی کاروباری باتیں، معاشی تفکرات اور پریشانیوں کا اظہار کرتے ہیں جبکہ بچے کچھ اور سننے اور سنانے کی آرزو رکھتے ہیں ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہمارے پاس سب کچھ ہوتے ہوئے بھی وقت نہیں والد تو سلسلہ روزگار کے لئے باہر ہے لیکن مائیں جن کی اصل ذمہ داری گھر کے نظام کو چلانا اور بچوں کی نگہداشت اور تربیت کا اہتمام کرنا ہے وہ بھی اب ملازمت کی خاطر گھر میں غیر موجود ہیں اور بچوں کو آیا یا دیگر ملازموں کے سپرد کیا ہوا ہے۔ حالانکہ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ والدین سے بہتر صحبت کون فراہم کرسکتا ہے ان میں بڑھ کر بچوں کا کون خیر خواہ ہوسکتا ہے لیکن والدین کی عدم دلچسپی سے بچے بگڑ جاتے ہیں اور بری عادتوں کے عادی ہوجاتے ہیں اور یہ کام والدین کا ہے کہ وہ اچھے اور برے کی تمیز سکھائیں جیسا کہ تیز دھار آلہ یا چھری خطرناک چیز ہے اگر یہ بچے کے ہاتھ آجائے تو وہ اپنے آپ کو بھی نقصان پہنچا سکتا ہے یہ بات اسے بڑے ہی بتا سکتے ہیں پھول خوبصورت اور خوشبودار چیز ہے اگر بچے اسے مسل دیں تو بڑے ہی اسکی حقیقت سے آگاہ کرسکتے ہیں۔

علامہ اقبال نے اپنی ایک نظم میں اس منظر کو کچھ اس طرح سے پیش کیا ہے۔

میں نے چاقو تجھ سے چھینا ہے تو چلاتا ہے تو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مہرباں ہوں میں مجھے نامہرباں سمجھا ہے تو
پھر پڑا روئے گا اے نووارد اقلیم غم
چبھ نہ جائے دیکھنا باریک ہے نوک قلم
آہ! کیوں دکھ دینے والی شے سے تجھکو پیار ہے؟
کھیل اس کاغذ کے ٹکڑے سے یہ بے آزار ہے

ہماری مشکل یہ ہے کہ ہم آج کے ماحول میں اپنے آپ کو لبرل ظاہر کرکے فخر محسوس کرتے ہیں اور اس کے بدلے بہت سی پریشانیوں کو گلے لگا لیا ہے بچوں کو مکمل آزادی دیکر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ترقی یافتہ ملکوں کی صف میں کھڑے ہوگئے ہیں بچے کہاں رہتے ہیں؟ کیا کرتے ہیں؟ اپنا وقت کیسے گزارتے ہیں؟ ان کا حلقہ احباب کیسا ہے؟ پیسہ کہاں سے لیتے ہیں؟ کیا خرید وفروخت کرتے ہیں؟ ان سے باز پرس کرنے کو تنگ نظری پر محمول کیا جاتا ہے اور والدین یہ بوجھ کسی اور پر ڈال دیتے ہیں کسی اچھے سکول یا کالج میں بھاری فیس دیکر داخلہ دلوا دیا۔ مہنگا ترین ٹیوٹر رکھ لیا اور ساری ذمہ داری اس پر ڈال دی اور خود فارغ ہوگئے۔

محترم والدین آپ کو جان لینا چاہئے کہ آپ سے بڑھ کر بچوں کا کون خیرخواہ ہو سکتا ہے۔ جتنی محبت اور شفقت آپ کو اپنے لخت جگر سے ہو سکتی ہے کسی کو نہیں، تعلیم اور تربیت کا کام خود آپ کو سرانجام دینا چاہئے۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں بھی یہ کام والدین پر عائد کیا گیا ہے حدیث میں ہے آپ ﷺ کا ارشاد ہے "افتحوا علی صبیانکم اول کلمة لا الہ الا اللہ" اپنے بچوں کو سب سے پہلے کلمہ "لا الہ الا اللہ" سکھاؤ۔ والدین ہی یہ کام کریں گے کیونکہ بچہ تو سلیم الفطرت پیدا ہوتا ہے اس کے والدین ہی اسے جو چاہیں بنا دیں حدیث میں ہے "کل مولود یولد علی الفطرة فابواہ یھودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ"

اب والدین یہودی ہیں بچہ یہودی ہوگا عیسائی ہیں عیسائی ہوگا مجوسی ہیں تو مجوسی

© rasailojaraid.com